دعوت الی اللہ۔امت مسلمہ کا ایک اہم فریضہ

ڈاکٹر محمد شاہد رفیع*

Da'wah, to call people towards the right path of Allah, is so noble and elevated cause for which this Ummah has raised by the Lord of all creatures (al-Qur'an, 3:110). But a wide spread misconception that Da'wah work is an additional duty or it is the duty of some specific group of the Ummah. If one goes through the Qur'an and the literature of Hadith he reaches the conclusion that it is mandatory to all th believers to fulfill this eminent cause (al-Qur'an, 12:108). The highest position, a man can imagine is to get closeness (Qurb) with Allah but Allah Himself considers those who ore engaged in Da'wah work, not only friends of Him but His helpers (al-Qur'an, 22:40). The reason of this elevation of this work is, that when Allah sub'hanhu wa ta'ala had sent Adam to this earth he took this responsibility on His own shoulder that He will sent His guidance to the mankind (al-Qur'an, 2:38) and when He has sent the last prophet (PBUH) He repeated hiscommitment that hidaya is the responsibility of Him (al-Qur'an, 92:12). The ways and means of Da'wah can be changed according to the need andcircumstancesand it is again in concordance of the teaching of the Qur'an (al-Qur'an, 16:125). One can see that through the history of Islam this work use to be carried out and if we want to live as a lively nation we have to perform it according to the need andrequirement of the time.

دعوت دین کا مقصد اس الہامی ہدایت کو لوگوں تک پہنچانا ہے جو انسان کی دنیوی و اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت انسان کو دنیا میں بھیجنے کے ساتھ ہی اس کی ہدایت و رہنمائی کا انتظام بھی فرمایا اور ان ہدایات کے مطابق عمل کو کامیابی کی ضمانت قرار دیا (فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى)(۱)۔ یہ سلسلۂ ہدایت جو پہلے انسان اور رہبر اوّل حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا اس کو جاری رکھتے ہوئے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہر دور میں اقوام و ملل کے پاس انبیاء و رُسل آتے رہے (لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ)(۲) اور اپنی قوم کو ان ہی کی زبان، ان ہی کی تمثیلات اور محاوروں میں پیغامِ ہدایت پہنچاتے اور دین کی دعوت دیتے رہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (۳) بالآخر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک جاری رہنے والی

* اسسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

شریعت نازل کیے جانے کا وقت آ گیا تو نبی کریمؐ کو آخری نبی اور قرآن مجید کو آخری پیغام ہدایت کے طور پر بھیجا گیا (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ)(۴)۔

قرآن مجید، سیرت نبویؐ اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں اہل اسلام نے دعوت دین کے کام کو اپنی ایک اہم ذمہ داری سمجھا ہے۔ مسلمانوں کا اجتماعی شعور جب تک دین کے حوالے سے بیدار رہا، دعوت وتبلیغ کا کام فرد، معاشرہ، ریاست اور اُمت، ہر سطح پر جاری رہا۔ دورانحطاط میں بھی اس کام کو جا بجا کسی نہ کسی انداز میں انجام دینے کی کوشش کی جاتی رہی۔ دین کی دعوت کا کام جس طرح فرد(۵)، جماعت(۶)، ریاست(۷) اور اُمت(۸)، ہر سطح پر کرنے کا ہے اسی طرح اس کا دائرہ فرد کی اپنی ذات سے شروع ہو کر اس کے اہل خانہ، کنبہ کے افراد، برادری، ارد گرد کے معاشرہ، اس کے وطن اور امت مسلمہ ہی نہیں پوری انسانی برادری تک پھیلا ہوا ہے۔ موجودہ دور میں، جو بعض لوگوں کی نظر میں دینی قیود سے آزادی کا جبکہ بعض کے نزدیک احیائے اسلام کا دور ہے، دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف افراد اور تنظیمیں اپنے اپنے طرز فکر اور انداز سے دعوتی کام کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ آج کے دور کے بڑھتے ہوئے مسائل اور چیلنجوں کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس کام اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اچھی طرح سے جانا جائے اور ہر ہر فرد مسلم کو اس کام کی اہمیت اور اس کے متنوع پہلوؤں سے آشنا کیا جائے۔

دعوت کا قرآنی مفہوم

دعوت کے لغوی معنیٰ ''پکار''(۹) یا ''بلاوا'' ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس کا مطلب لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلانا ہے۔ قرآن مجید میں دعوت کا لفظ لوگوں کو اللہ رب العالمین اور اس کے بھیجے ہوئے دین کی طرف بلانے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔(۱۰)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (۱۱)

اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

اس آیت مبارکہ میں دعوتی حکمت کا جو سبق پنہاں ہے اس کو بنیاد بناتے ہوئے قاری محمد طیب (۱۸۹۵ـ۱۹۸۳ء مطابق ۱۳۱۲ـ۱۴۰۳ھ) نے ۸۰ صفحات پر مشتمل ''اسلام میں دعوت وتبلیغ کے اصول اور قواعد'' مرتب کیے ہیں۔(۱۲)

دعوت کے مضمون کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرنے والی ایک اور آیت ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ(۱۳)

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا، اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ـ۱۹۴۳ء مطابق ۱۲۷۹ـ۱۳۶۲ھ) کی ۶۰ سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ایک تقریر اسی آیت کی تشریح پر مبنی ہے جس میں آپ کہتے ہیں کہ:

استفہام انکاری ہے یعنی اس سے اچھا کسی کا قول نہیں جو اللہ کی طرف بلاوے۔ احسن سے معلوم ہوا کہ اچھی باتیں تو اور بھی ہیں مگر جتنی اچھی باتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی بات دعوت الی اللہ ہے۔ استفہام بقصد نفی ہے۔ سبحان اللہ! کیا بلاغت ہے کہ پوچھتے ہیں کون ہے احسن، از روئے قول کے۔ اس میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ عادت ہے کہ جس جگہ پر تردد ہوتا ہے کہ کوئی خلاف جواب دے دے گا وہاں پوچھا نہیں کرتے۔ دعوت الی اللہ کی فضیلت اتنی صاف، بد یہی اور محسوس تھی کہ صرف پوچھنا کافی ہوگیا۔ گویا یہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ اس سے اچھی بات فلاں بات ہے۔(۱۴)

کار دعوت۔الٰہی ذمہ داری

قرآن مجید میں دعوت دین کو بتکرار اور مختلف پیرایوں میں بیان کرنے کی حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں تک پیغام ہدایت بھیجنے کا کام اللہ رب العالمین نے خود اپنے ذمہ لیا تھا اور اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجتے وقت یہ نصیحت کی گئی تھی کہ:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعاً فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۱۵)

ہم نے کہا کہ "تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا، اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔

مندرجہ بالا آیت کی رو سے انسان کو دنیا میں بھیجتے وقت ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا کام اپنے

ذمے لے لیا اور خاتم النبیینؐ کی بعثت اور آخری الہامی کتاب کے نزول کے وقت بھی یہ کہہ کر اس بات کا اعادہ کیا اور توثیق فرمائی کہ:

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (١٦)

بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے۔

چونکہ انسان تک ہدایت پہنچانا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری قرار دیا اسی لیے دین حق کی اشاعت وتبلیغ کے کام کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بہت سے مقامات پر اپنی مدد اور داعیان دین کو اپنے مددگاروں سے تعبیر کیا۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (١٧)

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (١٨)

حواریوں نے جواب دیا: ''ہم اللہ کے مددگار ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ـ۱۹۷۹ء مطابق ۱۳۲۰-۱۳۹۹ھ) لکھتے ہیں:

دین اسلام کی اقامت میں حصہ لینے کو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ''اللہ کی مدد کرنے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ واختیار کی آزادی عطا کی ہے اس میں وہ انسان کو کفر یا ایمان، بغاوت یا اطاعت میں سے کسی ایک راہ کے اختیار کرنے پر اپنی خدائی طاقت سے مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ دلیل اور نصیحت سے انسان کو اس بات کا قائل کرنا چاہتا ہے کہ انکار و نافرمانی اور بغاوت کی آزادی رکھنے کے باوجود اس کے لیے حق یہی ہے۔۔ کہ اپنے خالق کی بندگی اور اطاعت اختیار کرے۔ اس طرح فہمائش اور نصیحت سے بندوں کو راہ راست پر لانے کی تدبیر کرنا، یہ دراصل اللہ کا کام ہے اور جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں ان کو اللہ اپنا رفیق ومددگار قرار دیتا ہے اور یہ وہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر کسی بندے کی پہنچ ہوسکتی ہے۔۔ جو اس دنیا میں روحانی ارتقاء کا سب اونچا مرتبہ ہے۔ (۱۹)

دعوت۔ امت کا مقصد بعثت

لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلانا ہی نبی کریمؐ کی بعثت کا مقصد ہے اور ان کے بعد یہ کام اس اُمت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید نے اس کام کو اُمت کا مقصد بعثت قرار دیا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۲۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دعوت کا کام کرنا ایک نیکی اور کوئی اضافی خوبی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ:

مسلمان کے نام سے آپ کو ایک مستقل امت بنانے کی واحد غرض جو قرآن میں بیان کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ آپ تمام بندگان خدا پر شہادت حق کی حجت پوری کر دیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ ۲: ۱۴۳)

اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو (۲۱)

قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے دعوتی کام کی حیثیت ایک نفلی نیکی کی نہیں قرار دی کہ اگر کام کیا تو اجر، اور نہ کیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس عظیم کام سے پہلو تہی پر اپنے غضب کا ایسا اظہار کیا ہے جو ایمان کے دعوے داروں کو لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔فرمایا گیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ . (۲۲)

جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، درآں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔البتہ جو اس روش سے باز آ جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اسے بیان کرنے لگیں، ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

اسی بناء پر دعوت و تبلیغ سے غافل فرد کو نبیؐ کا صحیح پیروکار نہیں کہا جا سکتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ

الْمُشْرِكِيْنَ(۲۳)

[اے پیغمبرؐ] ’’آپ ان سے صاف کہہ دیجیے کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔‘‘

قرآن مجید کی اس واضح ہدایت سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(ا) اللہ کی طرف دعوت دینا نبیؐ کی اتباع کے ساتھ لازم ہے اور جو اس دعوت سے غفلت برتے گا وہ حضورؐ کا صحیح پیروکار نہیں اور یہ کہ

(ب) آیت کے خاتمہ پر وماانا من المشرکین کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے فریضے کو نظر انداز کرنا ایک موحد کی شان کے خلاف ہے۔(۲۴)

دعوت وتبلیغ کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

دعوت دین کے حوالے سے قرآن مجید میں وارد اس قدر واضح اور دوٹوک ہدایت کا لازمی تقاضا تھا کہ ہادی برحقؐ اس کام کو اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین بنا لیتے اور اس کی تاکید اپنی امت کو کرتے چنانچہ شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات پر نظر ڈالی جائے تو ان ہی ہدایات کا تسلسل نظر آتا ہے۔ نبی کریمؐ کی پوری حیات طیبہ دعوت وتبلیغ سے عبارت ہے۔ آپؐ مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ کی اہمیت بتاتے اور اس پر عمل کی فضیلت اور اس کے ترک کرنے پر عذاب کی وعید سناتے رہے۔ نعمان بن بشیرؓ کی مشہور روایت ہے کہ آپؐ نے دعوت وتبلیغ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کشتی کی مثال دے کر سمجھایا کہ اگر لوگوں نے غلط کام کرنے والوں کو نہ روکا تو صرف غلط کار ہی نہیں ان سے اغماض برتنے والے لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔(۲۵)

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کی طرف دعوت دیتے رہنا اور ضرور برائی سے روکتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب بھیج دے اور پھر تم اس سے دعائیں کرو لیکن وہ قبول نہ ہوں۔ (۲۶)

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بھی دعوت وتبلیغ کے کام کو

جاری رکھنے کی وصیت کی اور فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب (۲۷)

جو یہاں موجود ہیں میری باتوں کو ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں نہیں ہیں۔

یہ فرمانِ نبویؐ آج بھی ہر مسلمان کے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے کہ ان کو دین کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا سے دوسروں تک پہنچائیں۔ دین کی باتیں اور دین کی دعوت دوسروں تک پہنچانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک دفعہ بات پہنچا کر فرض سے سبکدوش ہو گئے بلکہ اپنی پوری قوت وصلاحیت صرف کر کے منکر کو ختم کرنے کی کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد نبویؐ ہے:

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذالك اضعف الايمان (۲۸)

تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر یہ نہیں کرسکتا تو اپنی زبان سے اسے بدلے اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو اپنے دل سے۔ اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ کا مخاطب ہر اہلِ ایمان ہے اور اس سے کہا جارہا ہے کہ تم برائی کو روکنے کی کوشش کرو۔ جس طرح نماز جیسی فرض عبادت کے لیے حکم ہے کہ ہر حال میں لازماً ادا کی جائے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھنے کی استطاعت نہیں ہے تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکتے ہوں تو لیٹ کر ہی پڑھ لی جائے لیکن ترک نہ کی جائے، اسی طرح منکر کے بارے میں حکم ہے کہ ہاتھ سے یعنی بالفعل روکا جائے، ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو وعظ وتلقین اور رائے عامہ کی ہمواری کے ذریعے سے روکنے کی کوشش کی جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو برائی کو دل کی طاقت سے، نوافل پڑھ کر، دعا مانگ کر، بدلنے کی تدابیر سوچ کر اپنی سی کوشش ضرور کی جائے۔

آپؐ کی نظر میں دعوت دین کی کیا اہمیت تھی اور اس ذمہ داری کا احساس آپؐ میں کتنا شدید تھا اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس متفق علیہ روایت سے ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن سننے کی فرمائش کی اور جب آپؐ اس آیت پر پہنچے کہ: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النسآء ۴:۴۱) تو نبیؐ سے برداشت نہ ہوسکا اور آپؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آگے پڑھنے سے روک دیا، شہادت حق کی اس گراں بار ذمہ داری کی یاد دہانی پر آپؐ کی

آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری تھے۔(۲۹)

اس اہم ترین فریضے کی عظیم ذمہ داری کے احساس کے تحت نبی کریمؐ نے دعوتِ دین کے کام کی خاطر دن رات ایک کر دیے تھے اور لوگوں کی گمراہی دیکھ دیکھ کر ان کے غم میں گھلے جاتے تھے۔قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے متعدد مقامات پر آپ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کے ذمہ لوگوں کو ہدایت دینا نہیں ،آپ کا کام پہنچا دینا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے کام کو سراہتے ہوئے کہا:

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (۳۰)

اے نبیؐ، شاید آپ اس غم میں اپنی جان کھو دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

دعوت و تبلیغ..... علمائے اسلام کی نظر میں

قرآن مجید اور سنت نبویؐ سے ثابت فریضۂ دعوت و تبلیغ کی بے پناہ اہمیت کی بناء پر اس کو اُمت مسلمہ کی نظر میں ہمیشہ ایک اہم فریضے کی حیثیت حاصل رہی ہے۔اگر ہم دور حاضر کے علمائے کرام کے افکار کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے بھی اسے اہم فرائض میں سے ایک نہیں بلکہ مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض قرار دیا ہے:

> مسلمان قوم کا سب سے بڑا فرض اس پیغام الٰہی کی معرفت،اس کی بجا آوری،اس کی تعلیم، اس کی دعوت،اس کی اشاعت اور اس کے حلقہ بگوشوں کی ایک پوری برادری کا قیام اور اس کے حقوق کو بجالانا ہے۔(۳۱)

مولانا امین احسن اصلاحی کی نظر میں تو اس امت کے خیر امت ہونے کی وجہ یہی ہے:

> یہی فریضۂ رسالت ہے جس کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا گیا۔اگر مسلمان اس فرض منصبی کو بھلا دیں تو یہ دنیا کی دوسری قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت کے ساتھ۔بلکہ اس فرض کو فراموش کر دینے کے بعد وہ اسی طرح ایک معتوب قوم بن جائیں گے جس طرح دنیا کی دوسری قومیں معتوب ہوگئیں۔(۳۲)

امام نوویؒ کے حوالے سے عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ اس کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو اس کے ایسا سمجھنے سے اس سے یہ فرض ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس کے باوجود اس پر یہ فرض عائد

رہے گا---کیونکہ داعی پر صرف امرونہی کی ذمہ داری ہے، اسے قبول کرانے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔(۳۳)

تاریخ اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں نے دعوت کے اس فریضہ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ہر مسلمان کی فطرت میں دعوت کا عنصر شامل ہے اور کوئی بھی شعوری مسلمان جس کے ارد گرد غیر مسلم موجود ہوں اسے لازماً ان تک دعوت پہنچانے کا خیال اور فکر رہتی ہے۔ ہاں ادوار، افراد اور گروہوں کے اعتبار سے انداز کار اور ترجیحات مختلف ہوسکتی ہیں۔ بلکہ درست تو یہ ہے کہ جن جن حالات اور زمانوں میں جس قسم کے کام کی ضرورت رہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس طرح کے افراد کار بھی پیدا کیے اور انہیں اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق صلاحیتیں بھی عطا فرمائیں۔

عبدالقادر رائے پوری (۱۸۷۸-۱۹۶۲ء مطابق ۱۲۹۵-۱۳۸۱ھ) نے یہی بات کچھ یوں فرمائی:

صحابہ کے زمانے میں لوگ دلائل کو نہیں جانتے تھے بس لڑائیاں ہی جانتے تھے اس زمانے میں صحابہ نے اسلام پر دلائل نہیں بیان فرمائے---جنگوں ہی سے لوگ مسلمان ہوتے تھے--- [یہ بیان لائق وضاحت بلکہ محل نظر ہے] بعد میں فلسفیوں کا زمانہ آیا،--- وہ دلائل سے بات کرتے تھے ایسے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے فارابی وغیرہ کو پیدا فرمایا۔''(۳۴)

مولانا محمد الیاس (۱۸۸۵-۱۹۴۴ء مطابق ۱۳۰۳-۱۳۶۲ھ) دعوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

چار اعمال کی دین میں بہت فضیلت ہے۔ نماز میں نور، قرآن میں نور، زکوٰۃ میں اثر۔ ان اعمال سے انسان کی ذات خود مستفید ہوتی ہے، خود متاثر ہوتی ہے۔ لیکن دعوت سب سے اونچا عمل ہے۔ ام الحسنات ہے۔ دین کی دعوت دینے سے جو نور انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس کی شعاعیں دوسروں پر پڑتی ہیں۔ اس سے کئی دل منور ہوتے ہیں۔ جیسے کہ روشنی سے سارا جہاں منور ہوتا ہے۔(۳۵)

ایک اور موقع پر مولانا محمد الیاس نے فرمایا:

اس امت نے دعوت کو چھوڑ کر دعا کی قوت کو کھو دیا۔ دعوت کے ساتھ داعی کی دعائیں اللہ پاک ایسے قبول کرتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء کی دعائیں قبول ہوئیں۔(۳۶)

دعوت دین کے فریضے کی فضیلت کے ضمن میں تبلیغی جماعت کے احباب احادیث سے استنباط کرتے

ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

اللہ کی راہ (تبلیغ) میں نکل کر ایک ایک نماز کی ادائیگی کا اجر وثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے۔(۳۷)

داعیان دین کو دعوت کے راستے میں استقامت کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے ''دعوت الی اللہ اور انبیاء کرام کا طریق کار'' میں محمد سرور بن نائف زین العابدین لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سخت موقف پر تو کوئی تعجب نہیں، تعجب تو حضرت ہاجرہ کی اس بات سے ہے کہ ''وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا'' ایک عورت ذات ہے، بے آب وگیاہ چٹیل میدان ہے، رہنے سہنے کے لیے کوئی گھر نہیں، میل جول کے لیے لوگ نہیں، پانی کا کوئی چشمہ نہیں کہ خود پی سکے اور اپنے بچے کو پلا سکے اور رزق کا کوئی ذریعہ نہیں مگر جب اس خاتون کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا ہے تو انہیں اطمینان ہو گیا اور جنگل کے درندوں اور خونخوار جانوروں کا خوف دل سے نکل گیا، کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ اٹھالیں اسے کوئی موذی جانور تکلیف نہیں دے سکتا۔ آہ کس قدر شدید ضرورت ہے اس بات کی کہ ہمارے دعاۃ وعلماء کا ایمان بھی حضرت ہاجرہ کے ایمان کی طرح مضبوط ہو اور وہ حضرت ہاجرہ کی طرح سراپا انقیاد واطاعت بن جائیں۔(۳۸)

دعوت کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو نیکیوں میں حد درجہ اضافہ کرتا ہے۔خرم مراد (۱۹۳۴-۱۹۹۶ء مطابق ۱۳۵۳-۱۴۱۷ھ) لکھتے ہیں:

ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے نیکی کرنے لگے، اس سے بڑا صدقۂ جاریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور اگر وہ خود ہی نہ کرے، بلکہ اس کا داعی بھی بن جائے، دوسروں کو بھی اس کام میں لگائے تو پھر اس ثواب جاریہ میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔ یہ نیک کام اگر دعوت کا کام ہو، اقامت دین کی جدوجہد کا کام ہو، اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ہو، اجرائے حدود الٰہی اور احیائے سنن نبوی کا کام ہو، تو پھر اضعافاً مضاعفۃً والا حال ہوگا اور اس کے علاوہ لدینا مزید کی بشارت بھی پوری ہوگی (۳۹)

دعوت کے کام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے خرم مراد نے اس وصیت کے آغاز میں اس امید کا اظہار کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے موت آجانے پر بھی کسی درجہ کی شہادت کا اجر مل سکتا ہے اور مغفرت ہو سکتی ہے۔

میری تو اب دعا یہی ہے کہ اگر شہادت نصیب میں نہ ہو تو کم سے کم موت اس کا[اللہ کا] کام کرتے ہوئے آئے۔شاید یہ آن ڈیوٹی (On Duty) موت بھی کسی درجہ میں شہادت میں شمار ہو جائے۔قتل کے ساتھ الگ سے موت کے ذکر کے کچھ معنی تو ہیں: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (آل عمران۳:۱۵۷) اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصے میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔(۴۰)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دعوت دین کی اس اہم ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے رسول کو اس لیے مبعوث فرمایا اور اس امت محمدیہ کو اس لیے کھڑا کیا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے مقرر کردہ قانون جزا وسزا کا تقاضا ہے کہ پہلے حجت تمام کر دی جائے اور پھر باز پرس کی جائے۔

اس کی حکمت ورحمت اور اس کے انصاف سے یہ بعید ہے کہ لوگوں کو اس کی مرضی نہ معلوم ہو اور وہ انہیں اس بات پر پکڑے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف چلے۔۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے آفرنیش کی ابتداء ہی ایک پیغمبر سے کی۔(۴۱)

باز پرس کا سارا نظام حق کی گواہی پر ہے اور حق کی گواہی کے لیے ہی اس امت کو برپا کیا گیا ہے۔اسی لیے ڈاکٹر محمود احمد غازی (ولادت ۱۹۵۰ء) اسے مسلمان قوم کے اجتماعی فرائض میں سرفہرست قرار دیتے ہیں:

قرآن پاک نے امت مسلمہ کے انفرادی اور اجتماعی فرائض میں جس فریضہ کو بہت زیادہ اہمیت اور تاکید کے ساتھ بار بار بیان کیا ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دوگونہ فریضہ ہے ---یہ فریضہ امت مسلمہ کے اجتماعی فرائض میں سرفہرست ہے۔(۴۲)

کار دعوت امت کا ایک ایسا فریضہ ہے جس سے غفلت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ فضائل اعمال میں فضائل تبلیغ کے عنوان سے شامل رسالے میں مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں:

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں۔۔۔نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کیے جا رہے ہیں مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف نہیں جاتی کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج بتلایا ہے۔اور اس[دعوت وتبلیغ کے] کام پر کس

درجہ عمل کیا جارہا ہے۔(۴۳)

دعوت دین کا کام خود مسلمانوں کی اصلاح کے لیے بھی ضروری ہے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانا بھی اسی پر منحصر ہے:

حکیمانہ دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کام کی ضرورت ہے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔(۴۴)

دعوت وتبلیغ کے کام کے اثر اور اس کی طاقت کو بیان کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا:

حضرت عائشہؓ نے بہت صحیح بات کہی کہ مدینے کو قرآن نے فتح کیا ہے۔یعنی کوئی تلوار نہیں تھی، کوئی جابرانہ طاقت نہیں تھی جس سے مدینے کے لوگ اسلام کے پیرو بنے ہوں بلکہ قرآن مجید جب ان کو پہنچا اور مکہ معظمہ میں قرآن کی جو سورتیں نازل ہوئی تھیں وہ ان کے علم میں آئیں تو وہ ۔۔۔سچے دل سے ایمان لے آئے۔(۴۵)

یہ مسلمانوں کی دعوت وتبلیغ ہی کی کاوشیں ہیں جن کی بدولت آج اسلام دنیا کے کونے کونے میں نظر آتا ہے اور آئندہ بھی اس کے استحکام اور شوکت کا ذریعہ دعوت وتبلیغ کا کام ہی بن سکتا ہے۔

آج اسلام کی وہ فتوحات جنہیں شمشیری فتوحات کہا جاسکتا ہے دنیا سے مٹ چکی ہیں۔اسپین فنا ہو چکا ہے، صقلیہ مٹ گیا، یونان تباہ ہوگیا۔مگر وسط افریقہ، جاوا، ساٹرا اور جزائر ملایا، جنہیں اس نے تبلیغ کے ہتھیار سے فتح کیا ہے بدستور موجود ہیں اور اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کی زندگی تبلیغ اور صرف تبلیغ پر منحصر ہے۔(۴۶)

دعوت دین کی شرعی حیثیت

قرآن مجید میں اس اُمت کا ایک اہم مقصد وجود، دعوت کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ(۴۷)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو۔

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو دعوت دین کی اہمیت بتاتے اور اس پر عمل کی فضیلت اور

اس کے ترک کرنے پر عذاب کی وعید سناتے رہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ نئے ایمان لانے والے مسلمان اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ سب ہی موجود تھے، فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب (۴۸)

جو یہاں موجود ہیں میری باتوں کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔

یعنی ہر مسلمان کو دین کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو اسے دوسروں تک پہنچائے۔ قرآن کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ کارِ دعوت نبیؐ کے اُمتیوں کا امتیازی وصف ہے، مثلاً فرمایا گیا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ. عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۴۹)

[اے پیغمبرؐ] آپ ان سے صاف کہہ دیجیے کہ "میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی

میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔ اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں"۔

ان واضح ہدایات کی بنا پر دورِ نزول قرآن سے لے کر آج تک اس کو اُمتِ مسلمہ کی نظر میں ایک اہم فریضے کی حیثیت حاصل رہی ہے اور فریضۂ دعوت وتبلیغ کو اُمت مسلمہ کا امتیازی شعار کہا جاتا ہے۔

یہی فریضۂ رسالت ہے جس کی وجہ سے اس اُمت کو خیر اُمت کہا گیا۔ اگر مسلمان اس فرض منصبی کو بھلا دیں تو یہ دنیا کی دوسری قوموں میں سے بس ایک قوم ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت کے ساتھ بلکہ اس فرض کو فراموش کر دینے کے بعد وہ اسی طرح ایک معتوب قوم بن جائیں گے جس طرح دنیا کی دوسری قومیں معتوب ہو گئیں۔ (۵۰)

چونکہ اُمت مسلمہ کو تا قیامت یہ ذمہ داری کو ادا کرنی ہے اس لیے اس فریضہ کی ادائیگی کی غرض سے تاریخ اسلام کے ہر دور میں مختلف شخصیات اور جماعتیں مصروف عمل رہیں۔ دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر مفصل بحث سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ کام محض کوئی اضافی کام نہیں بلکہ انتہائی ضروری اور لازمی ہے البتہ:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنکَرِ.(۵۱)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔اور

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً. فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ (۵۲)

اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے۔

اور دیگر دلائل کی بنیاد فقہائے کرام نے دعوت وتبلیغ کو فرض کفایہ کے درجہ میں رکھا ہے۔اس سے اکثر افراد رخصت کا جواز نکال کر پہلو بچانے میں اپنے آپ کو حق بجانب قرار دے لیتے ہیں اور یہ سوچ کر رک جاتے ہیں کہ ایک عام مسلمان کو جس نے دینی علم حاصل نہ کیا ہو، نہ ہی وہ کسی درس وارشاد کی مسند کا نشین ہو (مسلمان معاشروں کی غالب اکثریت ایسے ہی افراد پر مشتمل ہے)، دعوتی کام کی اہمیت، ضرورت اور اس کے طریقہ کا علم ہونا چنداں ضروری نہیں۔اس لیے اس سوال کا جواب تلاش کرنا ضروری ہے۔

دعوت دین ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے

یہ جاننے کے لیے کہ دعوت دین کا کام ہر مسلمان کے لیے کیوں ضروری ہے، اوپر ذکر کی گئی آیت:

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ.(۵۳)

پر ہی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسی آیت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے:

واولئک هم المفلحون.

جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت دین کا کام ہر مسلمان کے کرنے کا کام ہے۔دوسرے یہ کہ نبی کریم علیہ کے فرمان ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (۵۴)

تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس حدیث کی رو سے وہ کم از کم اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کوتو دعوت دینے اوران کی تربیت کرنے کا ذمہ دار ہے۔یعنی ہر شخص کے لیے ایک ایسا دائرہ کار ضرور موجود ہے جہاں دین حق کو آسانی کے ساتھ قائم اور نافذ کیا جاسکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ فرائض سے غافل مسلمانوں کوان کی ذمہ داریاں یاد دلانے اور دین سے محروم غیر مسلموں کواسلام کی دعوت پہنچانے کے سلسلے میں ہر فرد مسلم کی جوذمہ داری ہے اس کو جاننے کے لیے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ فرض کفایہ میں بھی اہل فضل وکمال وہی ہوتے ہیں جواس فرض کوادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ. فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً. وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً.(۵۵)

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جواللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔اللہ نے بیٹھنے والوں کی نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔اگر چہ ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے،مگراس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے۔

ان آیات میں اس صورت حال کی بات نہیں ہورہی جب جہاد فرض عین ہو بلکہ یہاں فرض کفایہ کی صورتحال بیان ہورہی ہے۔اس لیے کہا جارہا ہے کہ بھلائی کا وعدہ دونوں سے ہے لیکن مجاہدین کا درجہ زیادہ ہے۔جہاں تک معاملہ فرض عین اور فرض کفایہ کی بحث کا ہے تو وہ یوں ہے کہ:

یہ (اقامت دین) فرض کفایہ صرف اسی حالت میں ہے جبکہ آدمی کے اپنے ملک یا علاقے میں دین قائم ہو چکا ہو۔۔۔اور پیش نظر یہ کام ہو کہ آس پاس کے علاقوں میں بھی اقامت دین کی سعی کی جائے۔۔۔لیکن اگر دین خود اپنے ہی ملک میں مغلوب ہو، اور خدا کی شریعت متروک و منسوخ کر کے رکھ دی گئی ہو۔۔۔تو ایسی حالتوں میں یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہوتا ہے اور ہر وہ شخص قابل مواخذہ ہوگا جو قدرت واستطاعت کے باوجود اقامت دین اور حفاظت دین کے لیے

جان لڑانے سے گریز کرے گا۔(۵۶)

قرآن کریم میں منافقین کی قلبی کیفیت، ان کی حرکات اور انہیں پچھلی قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرنے کی تنبیہ کے تفصیلی ذکر کے بعد مومنین کی یہ صفات بتائی گئیں کہ:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ . اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(۵۷)

مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے جن پر اللہ کی رحمت کے نزول کی خوشخبری سنائی گئی ہے، بڑے واضح طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صفت بیان کی گئی بلکہ دیگر صفات سے پہلے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر یہ ذکر فرمانے کے بعد کہ مومنوں کی جان اور ان کے مال اللہ نے جنت کے بدلے خرید لیے ہیں اور یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ(۵۸)

[یہ] اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجا لانے والے، اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے، اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے [ہیں]۔ اور (اے نبیؐ) ان مومنوں کو خوشخبری دے دو۔

یہاں بھی ان امور کے ساتھ جو خالص انفرادی اعمال ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسے کام کرنے والے مومنوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے۔

اس طرح خطبہ حجۃ الوداع کے فرمان فلیبلغ الشاھد الغائب (۵۹) (جو یہاں موجود ہیں میری

باتوں کو ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جلیل القدر صحابہ سے لے کر نو مسلم اور بدوی حضرات تک، سب کو تبلیغ دین کا حکم دیا گیا۔(۶۰)

تبلیغ دین کے عقلی دلائل

قرآن وسنت اور اہل علم کی آراء کی روشنی میں دعوتی کام کی اہمیت بیان کرنے کے بعد بظاہر تو اس پہلو پر غور وفکر کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ یہ عظیم کام سرانجام دینا کیوں ضروری ہے؟ لیکن کار دعوت کی عظمت یہ ہے کہ مذکورہ بالا اعتبارات سے اہم ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے پہلو اور بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا کام کرنا نہایت ضروری ہے۔

۱: دعوت کی اہمیت کے اس پہلو پر اگر معمولی غور کر لیا جائے تو بھی بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تو ایک معلوم ومسلّم حقیقت ہے کہ اسلام ایک تبلیغی دین ہے اور:

> تبلیغی مذہب وہ ہے جس میں سچائی کا پھیلانا اور غیر مذاہب والوں کو اپنے مذہب میں لانا بانی مذہب یا اس کے قریب العہد جانشینوں (۶۱) نے ایک مقدس مذہبی فریضہ قرار دیا ہو۔(۶۲)

۲: اس کی اہمیت، ہر دور، ہر معاشرہ اور ہر سطح پر اس لیے بھی بہت ضروری ہے کہ:

> اُمت مسلمہ کی بنیاد۔۔۔ایک نظریہ اور ایک پیغام پر ہے۔۔۔جن اُمتوں کی اساس کسی نظریہ پر ہوتی ہے ان کو اپنی بقاء اور تحفظ کے لیے بڑی جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔۔۔یہی وجہ ہے کہ اُمت مسلمہ کی بقاء اور تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے اسلام نے دعوت وارشاد کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے۔(۶۳)

۳: ہر مسلمان انسانی برادری کا حصہ ہے اور پوری برادری کی بھلائی چاہتا ہے اور چونکہ اللہ کی رضا اور اس کی جنت تک لے جانے والا راستہ صرف اسلام ہے لہٰذا خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اہل اسلام تمام لوگوں تک اللہ کا دین پہنچائیں:

> Allah who has shown this path is not the lord of any single group, country or nation alone. He is in fact the lord of mankind. Hence Muslims have no right to claim any monopoly over the religion and the message sent by Him for the benefit of humanity. (۶۴)

اللہ تعالیٰ، جس نے اس راستے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے وہ صرف کسی ایک گروہ، ملک یا ملت کا خدا نہیں۔ وہ پوری انسانیت کا رب ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ حق نہیں کہ وہ اس دین اور پیغام ہدایت پر اپنی اجارہ

داری قائم کریں جو تمام انسانوں کی بھلائی کے لیے بھیجا گیا ہے۔

۴: اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام عالمین کا رب ہے۔اور کوئی اسے مانتا ہو یا اب تک کسی وجہ سے نہ مان سکا ہو، سب کا پالنہار، سب کا بادشاہ اور سب کا حقیقی معبود وہی اللہ ہے۔ قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے بھیجی جانے والی کتاب ہے اور اس میں پوری انسانیت کی ہدایت کا سامان ہے۔اور نبی آخرالزمانؐ پوری انسانیت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔اس حقیقت سے ان لوگوں کو روشناس کرانا جو اس سے آگاہ نہیں ہیں، ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اللہ کی مہربانی اور توفیق سے اس سچائی کو پا گئے ہیں۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (٦٥)

اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ایک فرد یا گروہ کے مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کے ذمہ گواہی کا جو کام تھا اس فرد یا گروہ کی حد تک پورا ہو گیا اور کسی نہ کسی ذریعہ ہی سے پورا ہوا لہٰذا اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ جن لوگوں تک دین کا پیغام ابھی نہیں پہنچا، وہ ان لوگوں تک پیغام پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔

۵: ختم نبوت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ دین کی دعوت کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔یہ معلوم ہے کہ ختم نبوت، انبیاء پر ایمان کا اور انبیاء پر ایمان مسلمان ہونے کی بنیادی شرائط کا حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کا جو انتظام فرمایا اس کے لیے وقفہ وقفہ سے انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ جاری رہا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى کی ذمہ داری لی اور اس کے لیے وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے) کا طریقہ اختیار کیا اور مجموعی انسانی شعور کے ارتقاء کی ایک خاص سطح پر پہنچ جانے کے بعد اعلان فرمایا کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.(٦٦)

(لوگو) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس کا مطلب واضح طور پر یہی ہے اور قرآن وسنت میں اس کا اظہار متعدد مواقع پر کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ کے وصال کے بعد قیامت تک انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ اُمت مسلمہ کے سپرد ہے۔اسی لیے دور نبویؐ کے آخری مرحلہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے مسلمانوں کے عام اجتماع سے یہ اقرار لینے کے بعد کہ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُم کا فریضہ کماحقه' ادا کر دیا گیا ہے، اللہ کو اس کا گواہ بنا کر مسلمانوں کو شُھَدآ ءَعَلَی النَّاسِ کی ذمہ داری ادا کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فليبلغ الشاهد الغائب کا حکم سنایا۔

۶: آج کے دور میں جسے اطلاعات ومعلومات کا دور کہا جاتا ہے اور اس کے باوجود کہ:

There are over one thousand million Muslims all over the world. One out of every five persons in the world is a Muslim. Among the nations of the world, one out of every four is a Muslim nation. Muslim countries are spread over three continents. Muslims are found in every part of the world including its remotest corners. (٦٧)

پوری دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے۔دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے۔اقوام عالم میں ہر چوتھی قوم مسلمان قوم ہے۔مسلمان تین براعظموں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کے دور دراز ترین علاقوں سمیت ہر خطے میں مسلمان موجود ہیں،

اسلام ہی وہ دین ہے جس کو Most misunderstood religion (سب سے زیادہ ناسمجھا جانے والا مذہب) کہا جاتا ہے۔اس لیے کہ مخالفین اسلام اپنے مذہبی تعصبات، معاشی مفادات اور سیاسی ترجیحات کی بناء پر اسلام اور مسلمانوں کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔آج اسلام کو تشدد، فرقہ پرستی، انتہا پسندی، تخریب کاری، آمریت، پسماندگی، توہم پرستی اور رجعت پسندی کا مترادف بنا کر پیش کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے پیش کرنے میں جہاں اس کے مخالفین کی متعصبانہ سوچ کا دخل ہے وہیں اس میں خود مسلمانوں کی دین کو اس کی اصل صورت میں پیش کرنے میں کوتاہی، دعوت کے کام سے غفلت بلکہ خود اپنے عمل سے اسلام کے تاثر کو مجروح کرنا بھی شامل ہے۔اسلام کے ساتھ اس ظلم کی وجہ شاید مخالفین سے زیادہ خود ہمارا کردار وعمل ہے۔اور آج حامیانِ اسلام کو یہ معذرت خواہانہ موقف اختیار کرنا پڑ رہا ہے کہ:

در اسلام ہیچ عیب نیست
ہمہ عیب در مسلمانی ماست

(اسلام میں کوئی برائی نہیں ہے ساری خامی میرے اسلام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔)

اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ ہم دین کی اصل شکل کو خود اختیار کریں اور اس دین کا نمونہ بن کر صحیح دین کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

۷: درج بالا پروپیگنڈہ کے علی الرغم آج کی دنیا کا، خواہ وہ مسلم دنیا ہو یا غیر مسلم، ترقی یافتہ دنیا ہو یا تیسری دنیا، اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ امن، سکون، انصاف، مساوات، محبت، رواداری، اخلاقی بلندی اور معاشی استحکام کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان ہے۔ان تمام مسائل کا حل اسلام پیش کرتا ہے۔آج کی دنیا غربت، جہالت، بداخلاقی، منشیات بشمول شراب، کا استعمال، زناکاری، قتل وغارت، ماحولیاتی آلودگی اور ایڈز کی بیماری جیسی لعنتوں کا شکار ہے اور ان سب مصائب وشدائد کا حل مسلمانوں کے پاس موجود ہے لیکن ہم نے حکیم حاذق وصادق کے نسخۂ کریم کو یا تو بھلایا ہوا ہے یا محض تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔اللہ رب العالمین کی بے شمار مخلوق اس نسخۂ کیمیا سے محروم ہے اور ایسے ہی کسی نسخہ کی تلاش میں تڑپ رہی ہے لیکن ہم اس نسخہ پر نہ خود عمل کریں اور نہ اسے دوسروں تک پہنچائیں تو یہ خالق حقیقی کی مخلوق کے ساتھ صریح ظلم ہو گا۔

دعوتی کام سے حجاب وغفلت کے اسباب

آج ہر مسلمان دعوتی کام میں شریک نہیں ہے۔اس کی وجہ ایک طرف تو یہ ہے کہ وہ دعوت دین کی اہمیت سے ناواقف ہے اور اس کی ضرورت سے باخبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا وہ اسے فرض کفایہ کہہ کر اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھ لیتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اس کام کو بہت مشکل اور پیچیدہ سمجھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ دعوت وہی مؤثر ہے جو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ ہو۔ (۶۸) لیکن اصل بات یہ ہے کہ دعوت کے کام کی اہمیت کا احساس نہ ہونے کی بنا پر اس معاملہ پر غور وفکر ہی نہیں کیا گیا ورنہ ہر فرد اپنے روزمرہ مسائل کا حل نکالتا ہی ہے بس ایک یہی کام اسے ناممکن نظر آتا ہے؟ ہر شخص اپنے وسائل اور استطاعت کے مطابق یہ کام کرسکتا ہے۔

> ہر طبقہ [فرد، جماعت، اُمت مسلمہ، اسلامی حکومت] اپنی اپنی سطح، اپنے وسائل اور امکانات کی روشنی میں اور اپنے اپنے انداز میں اس طرح کام کرے کہ سب مل کر ایک دوسرے کے کام کی تکمیل کریں اور ایک دوسرے کی کوششوں کے ثمرات سے مستفید ہوں۔ (۶۹)

یہ چیز سامنے رکھتے ہوئے کام کیا جائے تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔

داعی کے لیے دعوت دینا بہت آسان ہے۔ جو آج کلمہ پڑھ رہا ہے، وہ بھی داعی بن سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ پہلے ایک سال علم سیکھو پھر دعوت دو بلکہ حضرت ابوبکرؓ کلمہ پڑھ کر گئے اور چھ کو مسلمان بنا لائے۔ حضرت خدیجہؓ مسلمان ہوتے ہی سمیہؓ اور ام جمیلؓ کو دعوت دے کر مسلمان بنایا۔(۷۰)

کار دعوت کی انجام دہی میں ایک بڑی رکاوٹ فرد کو اپنی کمزوری اور بے بسی کی محسوس ہوتی ہے کہ بگاڑ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب میرے کرنے سے کیا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد ہوتی ہی اس وقت تھی جب بگاڑ بہت بڑھ چکا ہوتا تھا اور دعوت کے آغاز میں وہ تنہا ہی ہوتے تھے۔ جبکہ اس وقت نہ بگاڑ اتنا عام ہے اور نہ ہی دعوت کا کام کرنے والے ختم ہو گئے ہیں بلکہ جب ایک فرد یہ عزم کر کے کہ اسے یہ اہم کام سر انجام دینا ہے، میدانِ عمل میں نکلتا ہے تو اس کے لیے راہیں بھی کھلتی ہیں اور ہم راہی بھی مل جاتے ہیں۔

سب باتوں سے بڑھ کر اصل تو یہ سوچ ہے کہ حبیب پاکؐ نے یہ کام کیا اور نتائج خواہ کچھ ہوں، مجھے بھی یہ کام کرنا ہے۔

نبیؐ کی جو حیثیت ان کی تمام حیثیتوں سے نمایاں اور ممتاز ہے وہ داعی الی الحق کی حیثیت ہے۔۔۔ آپؐ کا اصل مشن یہ تھا کہ خدا کی ہدایت لوگوں تک پہنچا دیں، انہیں خدا کی کتاب اور حکمت و دانش کی تعلیم دیں۔۔۔ پھر جو اس دعوت پر لبیک کہیں انہیں ایک تحریک، ایک اُمت میں منظم کریں اور وہ تہذیب و تمدن قائم کریں جو اسلام چاہتا ہے۔ (۷۱)

یہی عشق نبویؐ کا تقاضا ہے اور یہی حب الٰہی کا راستہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۷۲)

اے نبیؐ، لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ''اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

حوالہ جات

(۱) البقرۃ ۲:۳۸

(۲) الرعد ۱۳:۷

(۳) ابراہیم ۱۴:۴

(۴) الاحزاب ۳۳:۴۰

(۵) یوسف ۱۲:۱۰۸؛ صحیح البخاری، ۱/۱۲۲، کتاب الجمعہ فی القری المدن

(۶) التوبۃ ۹:۱۲۲

(۷) الحج ۲۲:۴۱

(۸) آل عمران ۳:۱۰۴

(۹) المنجد، (عربی اردو)، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۸۲

(۱۰) Pothigue, Abdus Salam, Shafi, towards Performing Dawah, International Council for Islamic Dawah, Leicester Shire, U.K.1997, p17

(۱۱) النحل ۱۶:۱۲۵

(۱۲) طیب، قاری محمد، اسلام میں دعوت وتبلیغ کے اصول، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۔۱۳

(۱۳) حم السجدہ ۴۱:۳۳

(۱۴) تھانوی، محمد اشرف علی، دعوت وتبلیغ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۰۶ھ، ص ۲۵

(۱۵) البقرۃ ۲:۳۸۔۳۹

(۱۶) اللیل ۹۲:۱۲

(۱۷) الحج ۲۲:۴۰

(۱۸) آل عمران ۳:۵۲

(۱۹) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۳ء، ج ۱، ص ۱۵۶

(۲۰) آل عمران ۳:۱۱۰

(۲۱) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، شہادت حق، بزم فیصل پاکستان، سن ندارد، ص ۶، (یہ تقریر ۳۰ دسمبر ۱۹۴۶ کو سیالکوٹ کے ایک قصبے مراد پور میں کی گئی۔)

(۲۲) البقرۃ ۲:۱۵۹۔۱۶۰

(۲۳) یوسف ۱۲:۱۰۸

(۲۴) حقانیؒ، منظور الحق، دعوت الی اللہ، ہر مسلمان کی ذمہ داری، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۹۔۱۰

(۲۵) احمد بن حنبل، مسند، دارالفکر، دارصادر، بیروت، سن ندارد، ج ۴، ص ۲۷۴، روایات نعمان بن بشیرؓ

(۲۶) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع ترمذی، میر محمد کتب خانہ کراچی، سن ندارد، ج ۲، ص ۳۹

(۲۷) الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، (البخاری) ج ۱، ص ۲۳۴

(۲۸) مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح لمسلم، دارالفکر، بیروت، لبنان، سن ندارد، ج ۱، ص ۵۰

(۲۹) الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، (البخاری) ج ۱۵، ص ۴۷۴

(۳۰) الشعراء ۲۶:۳

(۳۱) ندوی، سید سلیمان، اسلام کا نظام دعوت وتبلیغ، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص ۵

(۳۲) اصلاحی، امین احسن، دعوت دین اور اس کا طریقہ کار، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۳۱۔۳۲

(۳۳) زیدان، عبدالکریم، اصول دعوت دین، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، سن ندارد، ص ۱۹۸۔۱۹۹

(۳۴) ارشد، عبدالرشید، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۵۸۲

(۳۵) قاسمی، ابوعمیر، دعوت کے فضائل، مکتبہ المیوات رائے ونڈ، ۱۴۲۰ھ (۱۹۹۹ء)، ص ۴۔۵

(۳۶) ایضاً، ص ۵

(۳۷) کارگزاری مع انچاس کروڑ کا ثواب، ص ۲۵۔۲۹ (انچاس کروڑ گنا ثواب کے لیے چند احادیث کو ملا کر استدلال کیا گیا ہے۔ایک استفسار کے جواب میں حضرت علیؓ کی روایت سنن ابن ماجہ وغیرہ کے حوالے سے بیان کی گئی ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں خرچہ بھیجے اور خود گھر میں مقیم رہے اسے خرچ کا سات سوگنا اجر ملے گا، جو خود بھی جہاد میں جائے اسے خرچ کا سات لاکھ گنا اجر ملے گا۔ایک دوسری حدیث جو حضرت معاذؓ سے سنن ابی داؤد اور مسند احمد کے حوالے سے درج کی گئی ہے اس کے مطابق اللہ کے راستے میں نماز روزے اور ذکر کا ثواب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ثواب سے سات سوگنا بڑھا دیا جاتا ہے۔اس طرح سات لاکھ ضرب سات سو کل انچاس کروڑ بن گئے)۔

(۳۸) سرور بن نائف، دعوت اللہ اور انبیاء کا طریق کار، طارق اکیڈمی فیصل آباد، سن ندارد، ص ۲۳۷

(۳۹) خرم مراد، آخری وصیت، منشورات لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۴۲

(۴۰) ایضاً، ص ۱۵

(۴۱) شہادت حق، ص ۸

(۴۲) غازی، محمود احمد، فریضۂ دعوت وتبلیغ، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص ۲

(۴۳) زکریا، مولانا محمد، تبلیغی نصاب، محمد سعید اینڈ سنز، ناشران وتاجران کتب کراچی، سن ندارد، ص ۲۰۸؛ رسالہ فضائل تبلیغ ص ۱۰

(۴۴) اسلام کا نظام دعوت وتبلیغ ص ۲۰

(۴۵) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی نظام حکومت، جامعہ محصنات نوشہرہ، سن ندارد، ص ۲ (ریڈیو انٹرویو ۹۔۱۰ مارچ، ۱۹۷۸ء)

(۴۶) سید، جلوۂ نور، ص ۱۳۔اداریوں کا مجموعہ طبع سہ روزہ الجمعیۃ (مقالہ مسلمانوں کا ذوق تبلیغ، سات اقساط از مودودی) ۱۸ جولائی تا ۱۸ اگست، ۱۹۲۵ء۔

(۴۷) آل عمران ۳:۱۱۰

(۴۸) الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ، باب الخطبہ یوم منیٰ، کتاب الحج، ج ۱، ص ۲۳۴

(۴۹) یوسف۱۲:۱۰۸

(۵۰) اسلام کا نظام دعوت وتبلیغ ،ص۵

(۵۱) آل عمران۳:۱۰۴

(۵۲) التوبۃ ۹:۱۲۲

(۵۳) آل عمران۳:۱۱۰

(۵۴) صحیح البخاری، ج ا،ص۱۲۲، کتاب، الجمعہ، باب الجمعۃ فی القری والمدن

(۵۵) النساء۴:۹۵-۹۶

(۵۶) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، رسائل ومسائل، اسلامک پبلی کیشنز لاہور،۱۹۹۲ء، ج ۴،ص ۳۴۵

(۵۷) التوبہ۹:۷۱

(۵۸) التوبہ۹:۱۱۲

(۵۹) صحیح البخاری، کتاب العلم لیبلغ العلم الشاھد الغائب۔۱۰۴

(۶۰) اس موضوع پر عبدالکریم زیدان نے اپنی کتاب ''اصول دعوت دین'' بالخصوص ص۱۰ تا ۲۶ میں تفصیل کے ساتھ مفید بحث کی ہے۔

(۶۱) ڈاکٹر خالد علوی کا کہنا ہے کہ ''یہ شرط (قریب العہد جانشینوں) مسیحیت کو تبلیغی مذہب بنانے کے لیے لگائی گئی ہے'' (انسان کامل از ڈاکٹر خالد علوی،ص۱۵۶)

(۶۲) Arnold, T. W., Preaching of Islam, Sheikh Muhammad Ashraf Publishers, Lahore, 4th Edition, 1979, P5

(۶۳) دعوت الی اللہ ہر مسلمان کی ذمہ داری،ص۳

(۶۴) Towards Performing Da'wah, pp21-22

(۶۵) الحج ۲۲:۷۸

(۶۶) الاحزاب۳۳:۴۰

(۶۷) Towards Performing Da'wah, PP31-32

(۶۸) النحل۱۶:۱۲۵

(۶۹) فریضہ دعوت وتبلیغ ،ص۳

(۷۰) دعوت کے فضائل،ص۶

(۷۱) (ہفت روزہ) ایشیاء لاہور، مدیر مرزا محمد الیاس، ج۵۶،شمارہ۱۴،ص۱۴، اپریل ۲۰۰۴ء (عشرہ تبلیغ نمبر) ۲۲جولائی ۱۹۷۳ء،ص۲ (مضمون نبی اکرم بحیثیت داعی الی الحق)

(۷۲) آل عمران۳:۳۱